قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

منگل 02 فروری 2021ء | 19 جمادی الثانی 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:28

ارشادِ باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَیُحِبُّ الۡمُتَطَہِّرِیۡنَ۔

(سورۃ البقرۃ: 223)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے بھی محبت کرتا ہے۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

ماحول کی صفائی اور احمدیوں کی ذمہ داریاں

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

ابو مالک اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’پاکیزگی اختیار کرنا نصف ایمان ہے‘‘۔ (المعجم الکبیر جلد 3 صفحہ 284)

اب دیکھیں مومن کے لئے صفائی کا خیال رکھنا کتنا ضروری ہے، اور یہ احادیث اکثر مسلمانوں کو یاد ہیں، کبھی ذکر ہو تو آپ کو فوراً حوالہ بھی دے دیں گے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس پر عمل کس حد تک ہے؟ یہ دیکھنے والی چیز ہے، اگر ایک جگہ صفائی کرتے ہیں تو دوسری جگہ گند ڈال دیتے ہیں اور بدقسمتی سے مسلمانوں میں جس شدت سے صفائی کا احساس ہونا چاہئے وہ نہیں ہے اور اسی طرح اپنے ماحول میں احمدیوں میں بھی جو صفائی کے اعلیٰ معیار ہونے چاہئیں وہ مجموعی طور پر نہیں ہیں۔ بجائے ماحول پر اپنا اثر ڈالنے کے ماحول کے زیر اثر آ جاتے ہیں۔ پاکستان اور تیسری دنیا کے ممالک میں اکثر جہاں گھر کا کوڑا کرکٹ اٹھانے کا کوئی باقاعدہ انتظام نہیں ہے، گھر سے باہر گند پھینک دیتے ہیں حالانکہ ماحول کو صاف رکھنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا اپنے گھر کو صاف رکھنا۔ ورنہ تو پھر اس گند کو باہر پھینک کر ماحول کو گندا کر رہے ہوں گے اور ماحول میں بیماریاں پیدا کرنے کا باعث بن رہے ہوں گے۔ اس لئے احمدیوں کو خاص طور پر اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ کوئی ایسا انتظام کرنا چاہئے کہ گھروں کے باہر گند نظر نہ آئے۔ ربوہ میں، جہاں تقریباً 89 فیصد احمدی آبادی ہے، ایک صاف ستھرا ماحول نظر آنا چاہئے۔ اب ماشاء اللہ تزئین ربوہ کمیٹی کی طرف سے کافی کوشش کی گئی ہے۔ ربوہ کو سرسبز بنایا جائے اور بنا بھی رہے ہیں۔ کافی پودے، درخت گھاس وغیرہ سڑکوں کے کنارے لگائے گئے ہیں اور نظر بھی آتے ہیں۔ اکثر آنے والے ذکر کرتے ہیں۔ اور کافی تعریف کرتے ہیں۔ کافی سبزہ ربوہ میں نظر آتا ہے۔ لیکن اگر شہر کے لوگوں میں یہ حس پیدا نہ ہوئی کہ ہم نے نہ صرف ان پودوں کی حفاظت کرنی ہے بلکہ اردگرد کے ماحول کو بھی صاف رکھنا ہے تو پھر ایک طرف تو سبزہ

بقیہ صفحہ 4 پر

اس شمارہ میں

- وہ قصیدہ میں کروں وصفِ مسیحا میں رقم (منظوم)
- فاتحہ خوانی اور قُل اور چہلم اور ختم قرآن کی رسوم
- بیت الاسلام مسجد کینیڈا کی تاریخ کا ایک ورق
- سیرالیون کے دارورجین میں مسجد کا بابرکت افتتاح اور تبلیغی نشست

فرمانِ رسول ﷺ

دو گناہوں کی وجہ سے عذابِ قبر

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں:

نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا کہ ان دونوں کو ان قبروں میں عذاب دیا جارہا ہے اور انہیں کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جارہا۔ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ یعنی ان میں سے ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔

(صحیح بخاری، کتاب الوضو، ماجاء فی غسل البول)

ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے انصار کی جماعت! اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَثْنٰی عَلَیْکُمْ فِی الطُّھُوْرِ فَمَا طُھُوْرُکُمْ؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے طہارت اور صفائی ستھرائی کے بارے میں تمہاری تعریف کی ہے۔ پس تمہاری طہارت کیا ہے؟ انصار نے عرض کی کہ ہم نماز کے لئے وضوء کرتے ہیں اور پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ فَھُوَ ذَاکَ فَعَلَیْکُمُوْہُ یعنی یہی وہ چیز ہے پس تم اس کو لازم پکڑے رہو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ وسننھا، الاستنجاء بالماء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

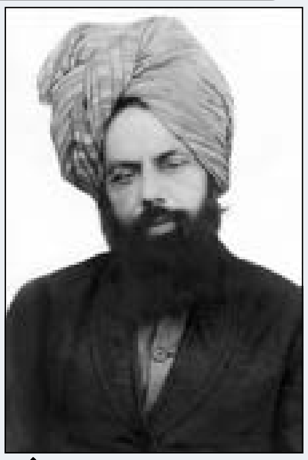

حقیقی پاکیزگی حاصل کرنے کا عمدہ طریق

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’پس میرے نزدیک پاک ہونے کا یہ عمدہ طریق ہے اور ممکن نہیں کہ اس سے بہتر کوئی اَور طریق مل سکے کہ انسان کسی قسم کا تکبّر اور فخر نہ کرے نہ علمی، نہ خاندانی، نہ مالی۔ جب خدا تعالیٰ کسی کو آنکھ عطا کرتا ہے تو وہ دیکھ لیتا ہے کہ ہر ایک روشنی جو ان ظلمتوں سے نجات دے سکتی ہے وہ آسمان سے آتی ہے اور انسان ہر وقت آسمانی روشنی کا محتاج ہے۔ آنکھ بھی دیکھ نہیں سکتی جبتک سُورج کی روشنی جو آسمان سے آتی ہے نہ آئے۔ اسی طرح باطنی روشنی جو ہر ایک قسم کی ظُلمت کو دُور کرتی ہے اور اس کی بجائے تقویٰ اور طہارت کا نور پیدا کرتی ہے آسمان ہی سے آتی ہے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا تقویٰ، ایمان، عبادت، طہارت سب کچھ آسمان سے آتا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے وہ چاہے تو اس کو قائم رکھے اور چاہے تو دُور کر دے۔

پس سچی معرفت اسی کا نام ہے کہ انسان اپنے نفس کو مسلوب اور لاشئی محض سمجھے اور آستانۂ اُلوہیّت پر گر کر انکسار اور عجز کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل کو طلب کرے۔ اور اس نُورِ معرفت کو مانگے جو جذباتِ نفس کو جلا دیتا ہے اور اندر ایک روشنی اور نیکیوں کے لیے قوت اور حرارت پیدا کرتا ہے۔ پھر اگر اس کے فضل سے اس کو حِصّہ مِل جاوے اور کسی وقت کسی قسم کا بسط اور شرحِ صدر حاصل ہو جاوے تو اس پر تکبّر اور ناز نہ کرے بلکہ اس کی فروتنی اور انکسار میں اَور بھی ترقی ہو۔ کیونکہ جس قدر وہ اپنے آپ کو لاشئی سمجھے گا اسی قدر کیفیات اور انوار خدا تعالیٰ سے اُتریں گے جو اس کو روشنی اور قوت پہنچائیں گے۔ اگر انسان یہ عقیدہ رکھے گا تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی اخلاقی حالت عمدہ ہو جائے گی۔ دُنیا میں اپنے آپ کو کچھ سمجھنا بھی تکبّر ہے اور یہی حالت بنا دیتا ہے۔ پھر انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ دُوسرے پر لعنت کرتا ہے اور اُسے حقیر سمجھتا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 213۔ ایڈیشن 1988ء)

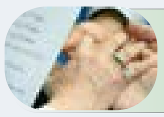

دربارِ خلافت

حضرت ماسٹر محمد پریل صاحب، حضرت چوہدری عبد الحکیم صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

حضرت ماسٹر محمد پریل صاحبؓ ساکن کمال ڈیرہ سندھ لکھتے ہیں کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ۔ اما بعدُ۔ یہ عاجز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جولائی 1905ء میں حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء پر دست بیعت ہوا تھا۔ اُس زمانے میں مسجد مبارک بہت چھوٹی تھی۔ چار پانچ آدمی صف میں بیٹھتے تو جگہ بھر جاتی تھی۔ اُس ماہ میں بہت گرمی تھی یعنی جولائی میں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسجد میں تشریف آور ہوتے تو مَیں پنکھا چلاتا تھا، (ہاتھ کا پنکھا جھلا جاتا تھا)۔مولوی محمد علی صاحب کا دفتر مسجد مبارک کے اوپر تھا۔ایک دن مولوی محمد علی صاحب کو کچھ حضور کے آگے گزارش کرنی تھی، (اُن کا خیال تھا کہ بیٹھ کر گزارش کروں) مگر بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔ کہتے ہیں یہ عاجز حضرت اقدس کے زانوئے مبارک سے اپنے زانو کو ملا کر پنکھا چلاتا تھا۔مولوی محمد علی نے ایک آدمی کو اشارہ کیا کہ اس کو پیچھے ہٹنے کے لئے اشارہ کرو۔ کہتے ہیں مَیں اشارے پر پیچھے ہٹنے لگا تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے زانو پر ہاتھ مار کر فرمایا: مت ہٹو، بیٹھے رہو اسی طرح۔ یہ عاجز پھر پنکھا چلانے لگا۔ اور مولوی محمد علی صاحب نے کھڑے ہو کر اپنی گذارش کی۔حضرت اقدس نے ان کو مناسب جواب دیا۔مولوی صاحب تحریر کر کے (لکھ کے) چلے گئے۔ لکھتے ہیں کہ اُس زمانے میں تو اس بات کا خیال نہیں رہا۔ اب اس بات سے بہت سُرور اور لذّت آتی ہے کیونکہ مَیں ایک ادنیٰ آدمی اور بے سمجھ اردو بھی پوری طرح نہیں آتی تھی اور مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور عالم تھے مگر نبی اللہ کی نظر میں ادنیٰ اور اعلیٰ ایک ہی ہوتا ہے۔ یہ عاجز پندرہ دن صحبت میں رہا اور ہر ایک دن میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نورانی چہرہ روشن دیکھنے میں آتا تھا۔ اس عاجز کو یہ ہی معلوم ہوتا تھا کہ اب حمام خانہ سے غسل کر کے آگئے ہیں اور سر مبارک کے بالوں (جو کندھے کے برابر تھے) سے گویا موتیوں کے قطرے گر رہے ہیں۔ اس عاجز نے پندرہ روز میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ مبارک میں غم نہیں دیکھا۔ جب بھی مجلس میں آتے خوش خندہ پیشانی ہوتے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 92 روایت حضرت ماسٹر محمد پریل صاحبؓ۔ غیر مطبوعہ)

پھر حضرت چوہدری عبد الحکیم صاحب ولد چوہدری شرف الدین صاحب ساکن گھاکڑ چیماں تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ لکھتے ہیں کہ ’’1902ء کی گرمیوں کا موسم تھا۔ مَیں ان دنوں ملتان چھاؤنی ریلوے سٹیشن پر بطور سگنلر (signaler) ملازم تھا۔ میرے خیالات اہلحدیث کے تھے اور میں مولوی عبدالجبار اور عبدالغفار اہلحدیث جو دونوں بھائی تھے اور ملتان شہر کے قلعے کے پاس ان کی کتابوں کی دکان تھی اُن سے قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا کرتا تھا کہ اتفاقاً میری ملاقات مولوی بدر الدین احمدی سے ہوئی جو شہر کے اندر ایک پرائیویٹ سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ انہوں نے مجھے اخبار الحکم پڑھنے کو دیا۔ مجھے یاد ہے کہ اخبار الحکم کے پہلے صفحے پر لکھا ہوا تھا کہ خدا تعالیٰ کی تازہ وحی اور کلماتِ طیبات امام الزمان۔ مَیں ان کو پڑھتا تھا اور میرے دل کو ایک ایسی کشش اور محبت ہوتی تھی کہ فوراً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں پہنچوں۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہوا اور باوجود اہلحدیث کے مولویوں کے بہکانے اور ورغلانے کے میں نے تھوڑے ہی عرصے میں احمدیت کو قبول کر لیا۔مولوی بدر الدین صاحب نے مجھے قادیان فوراً جانے کا مشورہ دیا۔ اور میرے ساتھ ایک اور اہلحدیث مولوی بھی تیار ہو گئے۔ وہ مولوی سلطان محمود صاحب اہلحدیث کے شاگردِ خاص تھے۔ کہتے ہیں غربت کی حالت تھی۔ پندرہ روپے میری تنخواہ تھی۔ مَیں نے رخصت لی اور ریلوے پاس کا حق نہیں تھا۔ مَیں نے بمعہ دوسرے دوست کے امرتسر کا ٹکٹ لیا۔ کیونکہ ہمارے پاس قادیان کا کرایہ پورا نہ تھا۔ امرتسر پہنچ کر ہمارا ٹکٹ ختم ہو گیا۔ اور ہم نے بٹالے والی گاڑی میں سوار ہونا تھا مگر ہمارے پاس صرف آٹھ آنے کے پیسے تھے۔ اس لئے ہم نے دو دو آنے کا ’ویرکہ‘ کا ٹکٹ لے لیا اور گاڑی میں سوار ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ یہ بھی وہاں سوار ہونے

بقیہ صفحہ 7 پر

وہ قصیدہ میں کروں وصفِ مسیحا میں رقم

وہ قصیدہ میں کروں وصفِ مسیحا میں رقم
فخر سمجھیں جسے لکھنا بھی مرے دست و قلم
کھولتا ہوں میں زباں وصف میں اس کے یارو
جس کے اوصاف حمیدہ نہیں ہوسکتے رقم
جان ہے سارے جہاں کی وہ شہِ والا جاہ
منبعِ جودو سخا ہے وہ مرا ابر کرم
فیض پہنچانے کا ہے تو نے اٹھایا بیڑا
لوگ بھولے ہیں ترے وقت میں نامِ حاتم
تاج اقبال کا سر پر ہے مزّین تیرے
نصرت و فتح کا اڑتا ہے ہوا میں پرچم
جس کا جی چاہے مقابل پہ ترے آدیکھے
دیکھنا چاہتا ہے کوئی اگر ملکِ عدم
حیف ہے قوم ترے فعلوں پر اور عقلوں پر
دوست ہیں جو کہ ترے اُن پہ تو کرتی ہے ستم
دیکھ کر تیرے نشانات کو اے مہدیٔ وقت
آج انگشت بدندان ہے سارا عالم
مال کیا چیز ہے اور جاں کی حقیقت کیا ہے
آبرو تجھ پہ فدا کرنے کو تیار ہیں ہم
غرق ہیں بحرِ معاصی میں ہم اے پیارے مسیحؑ
پار ہوجائیں اگر تُو کرے کچھ ہم پہ کرم
اپنے وعدے کے مطابق تجھے بھیجا اس نے
امتِ خیرِ رسل پر ہے کیا اُس نے کرم
تیرے ہاتھوں سے ہی دجال کی ٹوٹے گی کمر
شرک کے ہاتھ ترے ہاتھ سے ہی ہووینگے قلم
دَجل کا نام و نشاں دہر سے مِٹ جائے گا
ظلِ اسلام میں آجائے گا سارا عالم
جو کہ ہیں تابعِ شیطاں نہیں اُن کی پروا
ایک ہی حملے میں مٹ جائیگا سب اُن کا بھرم
تب انہیں ہوگی خبر اور کہیں گے ہَیہات
ہم تو کرتے رہے ہیں اپنی ہی جانوں پہ ستم
تیری سچائی کا دنیا میں بجے گا ڈنکا
بادشاہوں کے ترے سامنے ہونگے سَر خم
التجا ہے میری آخر میں یہ اے پیارے مسیحؑ
حَشر کے روز تو محمّود کا بنیو ہمدم

(انتخاب از کلامِ محمودؓ۔ اخبار بدر۔ جلد 5۔ 6 ستمبر 1906ء)

آنحضرتؐ کا اپنے اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک

رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے مسلمانوں کی ناواقفیت

اس وقت جب کہ کفر وضلالت کی گھٹا تمام دُنیا پر چھائی ہوئی ہے اور دُنیا نیکی کے راستہ سے دُور جا پڑی ہے۔ضرورت ہے کہ اسے راہ راست پر لانے کے لئے ایک ایسا کامل نمونہ دکھایا جائے جو ہر شعبہ زندگی میں دُنیا کے لئے مشعل راہ ہو۔افسوس ہے کہ اور تو اور بدقسمتی سے خود مسلمان بھی جو ایک ایسے عظیم الشان ہادی و رہبر کے پیرو ہیں جو ہر لحاظ سے بنی نوع انسان کے لئے ایک کامل نمونہ ہے اور جس کی تعلیم اور شریعت ہر ایک مشکل کا حل اپنے اندر رکھتی ہے بہت کم اپنے آقا و سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور اسوۂ حسنہ سے واقف ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی کسی پہلو سے بھی غیروں کے لئے قابلِ تقلید مثال پیش نہیں کرسکتی۔

یوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سیرت کا ہر پہلو ہی اپنی ذات میں اکمل و اتم ہے اور آپؐ کا مقدس وجود جامع جمیع صفات کاملہ ہے۔مگر اسے میری نسائیت کا تقاضا سمجھیں یا حقیقت پر محمول قرار دے لیں کہ دُنیاوی اُمور میں وہ بات جو خصوصیت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے بہت ہی پیاری اور دلکش معلوم ہوئی ہے وہ آپؐ کا اپنے اہل بیت کے ساتھ انتہائی رِفق اور حِلم کے ساتھ پیش آنا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت عورت کی حالت

یہ امر اکثر لوگوں سے پوشیدہ نہیں کہ آپؐ کی بعثت کے زمانہ میں اس کمزور طبقۂ اناث کی حالت کس قدر ناگفتہ بہ تھی۔عدل و راستی کا نام و نشان نہ تھا عورتوں کو حیوانوں کے سے بدتر خیال کیا جاتا تھا اور اس قدر ناگفتہ بہ حالت تھی کہ جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔اس وقت آپؐ مظلومین کے لئے رحمت بن کر آئے اور جیسا کہ عدل و انصاف کا تقاضا تھا انہیں ان کے حقوق دلوائے۔

عورت و مرد میں تمدنی مساوات

اُس وقت جبکہ عورت ہونا ہی سخت عیب خیال کیا جاتا تھا اور وہ سوسائٹی میں ایک ذلیل ہستی تصوّر کی جاتی تھی، آپؐ نے اُسے قعر مذلّت سے اُٹھایا اور نقارہ کی چوٹ سے اَلنِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَال فرما کر اُنہیں مردوں کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا اور ایسا ہی ارشادِ خداوندی کے ماتحت وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ کی تلقین فرما کر اُنہیں تمدّنی طور پر بھی مساوات عطا فرمائی۔

اَزواجِ مطہراتؓ سے آپؐ کا حسن سلوک

آپ ﷺ نے نہ صرف قولاً عورت کے حقوق کی حفاظت کی بلکہ عملاً بھی اس کی عزت اور محبت کی ایک زبردست مثال قائم کی اور باوجود اس قدر عظیم الشان اور اہم ذمہ داریوں کے جو مختلف جہات سے آپؐ پر عائد ہوئی تھیں، آپؐ نے جس خوبی کے ساتھ اس بھاری خانگی ذمہ داری کو جو تعدّدِ ازدواج کی وجہ سے لازماً پیدا ہوگئی تھی نبھایا، وہ آپؐ کا ہی حصہ تھا۔آپؐ عدل و انصاف اور حسن معاشرت کا ایک مکمل نمونہ تھے۔آپؐ کا اپنی بیویوں سے جس قدر محبت اور دلداری کا سلوک تھا وہ اپنی نظیر آپ ہے۔آپؐ حتی الوسع اپنی بیویوں کے احساسات اور جذبات کا بہت خیال رکھتے تھے۔چنانچہ ایک دفعہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو جو آپؐ کی بیویوں میں سے سب سے زیادہ نوعمر تھیں، ایک کھیل خود اپنی اوٹ میں کھڑا کر کے دکھایا اور آپؐ وہاں سے خود نہ ہلے جب تک کہ وہ خود سیر ہو کر ہٹ نہ گئیں۔اسی طرح حضرت عائشہؓ کے ساتھ آپؐ نے دو دفعہ دوڑ میں مقابلہ کیا اور جب دوسری بار آپؐ آگے نکل گئے تو آپؐ نے مسکراتے ہوئے حضرت عائشہؓ سے فرمایا هٰذِهٖ بِتِلْكَ یعنی لو عائشہؓ اب وہ پہلی بار کا بدلہ اُتر گیا ہے۔

مُتّبعین کو عورتوں سے حسن سلوک کی تلقین

آپؐ چونکہ علم النفس کے بہترین عالم تھے اس وجہ سے بہت معمولی معمولی باتوں میں بھی آپؐ عورتوں کے احساسات کا احترام فرمایا کرتے تھے۔نہ صرف یہ کہ آپؐ خود اپنے اہل سے محبت کا برتاؤ فرمایا کرتے تھے بلکہ آپؐ اپنے مُتّبعین کو بھی بڑے زور کے ساتھ اس امر کی ترغیب دیتے تھے۔جیسا کہ فرمایا خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ یعنی تم میں سے بہترین وہی شخص ہے جو اپنے بیوی بچوں سے سب سے بہتر سلوک کرتا ہے۔

اخلاقِ فاضلہ کو پرکھنے کا صحیح معیار

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کسی انسان کے اعلیٰ اخلاق کو پرکھنے کا کوئی صحیح ذریعہ ہوسکتا ہے تو وہ اس کی خانگی زندگی کا مطالعہ ہے۔کیونکہ جن لوگوں کے ساتھ وہ اپنے اوقات کا بیشتر حصہ گزارتا ہے وہاں کسی بناوٹ یا ظاہر داری کا دخل نہیں ہوسکتا۔برخلاف اس کے جس جگہ انسان اپنے اوقات کا کوئی خاص حصہ گزارے، وہاں وہ تکلف سے بھی اچھا اثر پیدا کرسکتا ہے لیکن وہ لوگ جن کی صحبت میں زندگی کا اکثر حصہ گویا ایک معلّم و مؤدِب کی حیثیت میں گزارا جائے اور پھر بھی وہ اس کے لُطف و کرم کی تعریف میں رطب اللسان ہوں تو یہ امر اس انسان کے اعلیٰ اخلاق کا ایک زبردست ثبوت ہوگا۔

واقعہ افک کے موقع پر آپ ﷺ کا رویہ

اسی اصل کے ماتحت حدیث میں ایک خاص واقعہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے جس سے آپؐ کا یہ خُلق کمال شان کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے،وہ واقعہ افک ہے جس میں کسی لعین بد باطن منافق نے آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ پر بہتان لگایا تھا۔

یہ امر ہمارے قیاس سے بالا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کس قدر تکلیف اور صدمہ پہنچا ہوگا۔مدینے آتے ہی حضرت عائشہؓ بیمار ہوگئیں۔آپؐ معمول کے مطابق ان کے پاس تشریف لاتے اور طبیعت کا حال دریافت فرماتے رہے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان دنوں مجھے آپؐ کے رویہ میں ایک خفیف سی تبدیلی ضرور نظر آتی تھی مگر میں اس کے سبب سے بالکل بے خبر تھی آخر ایک عرصہ کے بعد انہیں بعض انصاری عورتوں سے اس واقعہ کا علم ہوا جس سے سخت رنج پہنچا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے والدہ کے گھر چلی گئیں۔اس کے بعد پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کے پاس تشریف لائے، اُس وقت تک اس واقعۂ افک کی ابتدا پر ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔''مجھے تمہارے متعلق اس اس قسم کی باتیں پہنچی ہیں۔تو مجھے اُمید ہے کہ خدا ضرور تمہاری بریّت ظاہر کر دے گا۔لیکن اگر تم سے لغزش ہوگئی ہے۔تو تمہیں چاہئے کہ خدا سے مغفرت مانگو۔جب بندہ خدا کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہے تو وہ اس کی توبہ کو قبول کرتا اور اس پر رحم فرماتا ہے''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کے اس وعظ کے بعد میرا دل جو انتہائی کرب و قلق کی حالت میں تھا مطمئن ہوگیا اور میرے آنسو جو تھمتے نہ تھے رُک گئے اور مجھے یقین ہوگیا کہ چونکہ میں بے گناہ ہوں، اللہ تعالیٰ ضرور میری بریّت ظاہر کردے گا۔

چنانچہ ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ حضرت عائشہؓ کی بریّت میں وحی الٰہی نازل ہوئی اور اس طرح جلد ہی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس تکلیف سے نجات دے دی۔

ہر ایک انسان خیال کرسکتا ہے کہ ایسے موقع پر جب کہ کسی انسان کی عزت معرض خطر میں ہو، اس کے احساسات کس قدر نازک ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ ایسے اوقات میں گہرے سے گہرے پیار و محبت کے جذبات بھی کافور ہو جاتے ہیں اور یہاں تو معاملہ کی نزاکت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب یہ دیکھا جائے کہ چاروں طرف دشمن ہی دشمن تھے جو ہر وقت نقصان پہنچانے کے درپے تھے۔علاوہ ازیں اس واقعہ سے آپؐ کے اس عظیم الشان مشن کو بھی نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا جو آپؐ کی زندگی کا واحد مقصد تھا اور پھر اس کا اثر بھی کسی خاص مرد یا خاندان تک محدود نہ تھا بلکہ اس کی وجہ سے ایک قوم کی قوم پر زلزلہ کا احتمال تھا لیکن نتیجہ کیا ہوتا ہے۔خدا کا یہ جری حِلم و بُردباری کی ایک مضبوط چٹان بن کر نہایت صبر و برداشت کے ساتھ اس ابتلاء میں سے گزر جاتا ہے۔گو طبعاً کسی قدر پریشان رہتا ہے مگر اپنے اہلخانہ کے ساتھ اس کے جذباتِ محبت اس واقعہ کے دوران میں بھی مکدّر نہیں ہوتے۔کیونکہ وہ سمجھتا ہے جب تک کوئی بات پایہ ثبوت کو نہ پہنچے انسانی عصمت کا آئینہ ہر داغ سے مصفّا سمجھا جانا چاہئے۔

آپ ﷺ کے اخلاق کا بلند مقام

اللہ اللہ! آپ ﷺ کے اخلاق کا مقام کس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ آپؐ رنج و افسوس سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ اپنے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔مگر بجائے رنج اور غصہ کے اظہار کے ایسی نصیحت فرماتے ہیں جس سے آپؐ کی زوجہ کا دل جو اطمینان سے کوسوں دُور اور صدمہ سے چُور چُور تھا سکون اور طمانیت حاصل کرلیتا ہے اور وہ اس یقین سے معمور ہوجاتی ہے کہ جب مظلوم کی اعانت کے لئے خدا موجود ہے تو مجھے کس کا ڈر ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

(الفضل 25۔ اکتوبر 1930ء)

☆...☆...☆

سدرۃ المنتہیٰ۔ ڈنمارک

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے طبقہ نسواں پر احسانات اور عصرِ حاضر میں عورت کا مقام

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی
گویا تو کنکر پتھر تھی احساس نہ تھا جذبات نہ تھے
توہین تو اپنی یاد تو کر ! ترکہ میں بانٹی جاتی تھی

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ وَمَا أَرۡسَلۡنَاكَ إِلَّا رَحۡمَةً لِلۡعَالَمِينَ یعنی آپؐ کو ہم نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ کا نزول دنیا میں اس وقت ہوا جب عرب سمیت ساری دنیا جہالت اور ظلم و بربریت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اور اس زمانہ میں عورت ہونا کسی جرم سے کم نہ سمجھا جاتا تھا، جس کا نقشہ خود خدا تعالیٰ نے سورۃ النحل آیت 60 میں کچھ یوں کھینچا ہے کہ ’’جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر ملتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ سخت غمگین ہو جاتا ہے۔ وہ لوگوں سے اس بری خبر کی وجہ سے چھپتا پھرتا ہے کہ آیا وہ اس ذلت کو قبول کر لے یا اُسے مٹی میں دبا دے۔ کتنا برا ہے وہ جو فیصلہ کرتے ہیں۔‘‘

وہ ایسا زمانہ تھا جہاں بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا، شوہر کے مرنے کے بعد عورت کو وراثت کی طرح مرنے والے کے رشتہ داروں میں تقسیم کیا جاتا، اس کو پاؤں کی جوتی سمجھ کر ہر قسم کا ظلم و جبر اس پر ڈھایا جاتا اور انسانی حقوق تو درکنار اس کو انسان سمجھنا بھی روا نہ رکھا جاتا تھا۔ ایسے زمانے میں خدا تعالیٰ نے عرب کے صحرا میں آپؐ کو ایسے چراغ کی مانند روشن کیا جس نے طبقہ نسواں کو ملامت اور شرمساری سے نکال کر اسے قدموں تلے جنت رکھنے والی اور اُمہات المومنین جیسے رُتبہ پر فائز فرما دیا۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم جاہلیت میں عورت کو چنداں اہمیت نہیں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کے بارے میں قرآن شریف میں احکام نازل فرمائے اور وراثت میں بھی حقدار بنا دیا۔ ایک دن میں اپنے کسی معاملہ میں سوچ رہا تھا کہ میری بیوی بولی آپ اس طرح کر لیتے تو ٹھیک ہوتا میں نے کہا تمہیں میرے معاملہ میں دخل اندازی کی جرات کیوں ہوئی؟ وہ کہنے لگی تم چاہتے ہو کہ تمہارے آگے کوئی نہ بولے اور خود تمہاری بیٹی رسول اللہؐ کے آگے بولتی ہے۔

آپؐ کی خوبصورت تعلیم نے اس طبقہ کے نا صرف بنیادی حقوق قائم فرمائے بلکہ اس کو زندگی کی دوڑ میں مردوں کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ پس وہی عورت جو مرد کے برابر بیٹھنے سے بھی محروم تھی میدان جنگ میں مردوں کے شانہ بشانہ لڑنے لگی، وہی عورت جس کو ورثہ میں تقسیم کیا جاتا تھا وہ وراثت میں حقدار قرار پائی، وہی عورت جس کو زبردستی نکاح میں یا نکاح کے بغیر رکھا جاتا اس کی مرضی اور پسند کو نکاح کے لئے لازمی قرار دیا۔ فرمایا کہ بیوہ اپنی ذات کے بارہ میں فیصلہ کے متعلق ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ (صحیح بخاری)

آپؐ ہمیشہ عورتوں سے نرم سلوک کا حکم دیتے ان کو ریڑھ کی ہڈی سے مشابہت دے کر فرمایا کہ ان پر اتنی سختی مت کرو کہ وہ ٹوٹ جائیں۔ پھر فرمایا ’’سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو عورتوں سے حسنِ سلوک کرتے ہیں اور میں تم میں عورتوں سے سلوک میں سب سے بہتر ہوں۔‘‘

مضمون کے دوسرے حصّہ میں دورِ حاضر میں عورت کے مقام پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔ آج کل دیگر مذاہب اور خاص طور پر مغربی دنیا اسلام پر عورت کے حقوق کو غصب کرنے کا الزام لگاتی ہے، یہاں تک کہ کچھ نئی نسل کے مسلمان بھی کم علمی کی وجہ سے ان الزامات کو کسی حد تک درست خیال کرنے لگتے ہیں۔ آج یہ ترقی یافتہ ممالک جہاں عورت کو بیسویں صدی کی پہلی دہائی تک ووٹ ڈالنے کا حق دینے سے قاصر رہے، وہ 1400 سال قبل جنگِ احد کے موقعہ پر دشمن سے لڑتی حضرت اُمِ عمارہ، جو سرورِ دو جہاں کی حفاظت میں دشمنوں کے ہر وار کو ناکام بنا دیتی ہیں کہ آپؐ یہ پکار اُٹھتے ہیں کہ من یطیق ما یطیقین یا ام عمارہ! یعنی اے ام عمارہ! جتنی طاقت تجھ میں ہے اور کسی میں کہاں ہو گی، کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں۔

جہاں 1900ء تک عورت کے لئے تعلیم، یا کم از کم اعلیٰ تعلیم کے لیے بے شمار رکاوٹیں درپیش تھیں، وہیں 1400 سال قبل جہاں ام المومنین حضرت عائشہ مردوں اور عورتوں کو دینی مسائل کے بارے میں وعظ کرتی تھیں اور آپؓ سے 2000 سے زائد احادیثِ نبویؐ آپؓ سے مروی ہیں جو کہ تاریخ میں گراں قدر اہمیت رکھتی ہیں۔ اور جہاں 1930ء تک انگلستان، سویڈن، نیوزی لینڈ اور دیگر بیشتر مغربی ممالک میں عورت کو طلاق کے لیے خاوند کے شدید تشدّد، طویل عرصہ کی ذہنی بیماری اور دیگر انتہائی غیر مناسب ثبوت ہونا لازمی تھے۔ آج یہ نام نہاد ممالک جو کہ عورت کو مرد کے مساوی کام کرنے کے باوجود عورت کو برابر تنخواہ تک نہیں دے سکے وہ اسلام کی اس خوبصورت تعلیم کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں جس نے گھر بیٹھی عورت کو گھر کی ملکہ بنا دیا اور بن مانگے اس کو وہ حقوق دیئے جن کے حصول کے لئے مغرب میں اور ساری دنیا میں آج تک عورتیں کوشش کر رہی ہیں۔ یقیناً نہیں کر سکتے اور کبھی کر بھی نہیں سکیں گے جب تک آپؐ کی دی ہوئی مکمل تعلیم کی پیروی نہیں کرتے۔

ایک امریکی مصنف جان ڈیون پورٹ اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں۔

’’محمدؐ نے 1300 سال قبل اسلام میں ماؤں، بیویوں اور بیٹیوں کے لئے وہ مقام اور وقار یقینی بنا دیا جو ابھی تک مغرب کے قوانین میں عورت کو نہ مل سکا‘‘۔

(Muhammad&Teaching of Quran by John Davenport)

وہ رحمتِ عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے
بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار

☆...☆...☆

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

نظر آ رہا ہو گا اور دوسری طرف کوڑے کے ڈھیروں سے بدبو کے بھبھاکے اٹھ رہے ہوں گے۔ اس لئے اہل ربوہ خاص توجہ دیتے ہوئے اپنے گھروں کے سامنے نالیوں کی صفائی کا بھی اہتمام کریں اور گھروں کے ماحول میں بھی کوڑا کرکٹ سے جگہ کو صاف کرنے کا بھی انتظام کریں۔ تا کہ کبھی کسی راہ چلنے والے کو اس طرح نہ چلنا پڑے کہ گند سے بچنے کے لئے سنبھال سنبھال کر قدم رکھ رہا ہو اور ناک پر رومال ہو کہ بو آ رہی ہے۔ اب اگر جلسے نہیں ہوتے تو یہ مطلب نہیں کہ ربوہ صاف نہ ہو بلکہ جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا تھا کہ دلہن کی طرح سجا کے رکھو۔ یہ سجاوٹ اب مستقل رہنی چاہئے۔ مشاورت کے دنوں میں ربوہ کی بعض سڑکوں کو سجایا گیا تھا۔ تزئین ربوہ والوں نے اس کی تصویریں بھیجی ہیں، بہت خوبصورت سجایا گیا لیکن ربوہ کا اب ہر چوک اس طرح سجنا چاہئے تا کہ احساس ہو کہ ہاں ربوہ میں صفائی اور خوبصورتی کی طرف توجہ دی گئی ہے اور ہر گھر کے سامنے صفائی کا ایک اعلیٰ معیار نظر آنا چاہئے۔ اور یہ کام صرف تزئین کمیٹی نہیں کر سکتی بلکہ ہر شہری کو اس طرف توجہ دینی ہو گی۔

(خطبہ جمعہ 23/ اپریل 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

آج کی دعا

رَبِّ اِنِّيۡۤ اَعُوۡذُبِكَ اَنۡ اَسۡـَٔلَكَ مَا لَيۡسَ لِيۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِيۡ وَتَرۡحَمۡنِيۡۤ اَكُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ

(سورۃ ہود:48)

ترجمہ: اے میرے ربّ! یقیناً میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے وہ بات پوچھوں جس (کے مخفی رکھنے کی وجہ) کا مجھے کوئی علم نہیں۔ اور اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

یہ حضرت نوحؑ کی غیر ضروری سوالات سے بچنے کی دعا ہے۔

قرآنِ کریم میں اس سے پہلے کی آیات میں ذکر ہے کہ جب حضرت نوحؑ کے بیٹے نے اپنے والد کی بات نہ مانی اور کشتی میں سوار نہ ہوا تو طوفانی پانی میں غرق ہو گیا۔ جب طوفان تھما تو حضرت نوحؑ نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے ربّ! یقیناً میرا بیٹا بھی میرے اہل میں سے تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے نوح! یقیناً وہ تیرے اہل میں سے نہیں تھا۔ کیونکہ وہ سراپا ایک غیر صالح عمل تھا۔ تب حضرت نوحؑ نے یہ دعا کی۔

پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک دعا غیر ضروری سوالات سے بچنے کے لئے سکھائی ہے۔ وہ دعا یہ ہے کہ (مندرجہ بالا دعا)۔ یہ دعا سکھا کر اس امر سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پُر حکمت کاموں کے بارے میں کوئی شکوہ نہ کیا جائے۔‘‘

(خطباتِ مسرور جلد 4 صفحہ 508)

مرسلہ: مریم رحمٰن

از چوہدری نصیر احمد پراجیکٹ مینیجر مسجد بیت الاسلام، پیل، اونٹاریو، کینیڈا

مسجد بیت الاسلام کینیڈا کی تاریخ کا ایک ورق

گورنر صوبہ سندھ اور مالک ہمدرد دواخانہ پاکستان مکرم حکیم محمد سعید صاحب کینیڈا کی مسجد بیت الاسلام میں یادگار آمد

یہ 1991ء کی بات ہے جب مسجد بیت الاسلام کی تعمیر پورے زوروں پر تھی کہ میرے بزرگ دوست مکرم سید حسنات احمد صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ مکرم حکیم محمد سعید صاحب مالک ہمدرد دواخانہ کراچی پاکستان آجکل کینیڈا کے دورے پر ہیں۔ میں ان سے ذاتی طور پر تو متعارف نہ تھا لیکن کون پاکستانی ہوگا جس نے ان کا نام نہ سن رکھا ہو؟ دیسی اور یونانی طریقۂ علاج میں برصغیر پاک و ہند میں ہمدرد دواخانہ کراچی اور دہلی سے کون واقف نہیں۔ پھر ''شام ہمدرد'' کے تحت حکیم صاحب کی ادبی سرگرمیاں اکثر اخباروں میں چھپتی رہتی تھی جن کو میں جب پاکستان میں تھا تو بڑے شوق سے پڑھتا تھا۔ مجھے اشتیاق پیدا ہوا کہ حکیم صاحب سے کینیڈا میں ملاقات کرنی چاہیے۔ جب میں نے مکرم سید حسنات صاحب مرحوم سے اسکا ذکر کیا تو کہنے لگے کہ کب ملنا چاہتے ہو؟ میں حیران ہوا کہ اسقدر یقین سے کہہ رہے ہیں کہ جیسے یہ معمولی بات ہو۔ جب میں نے یہ پوچھا کہ آپ حکیم صاحب کو کیسے جانتے ہیں؟ تو فرمانے لگے کہ دہلی کے زمانہ سے ہمارے قریبی خاندانی تعلقات ہیں اور میں حکیم صاحب سے وقت لے کر تمہیں ساتھ لے چلوں گا۔ میں تو بہت خوش ہوا۔ ایک دو روز بعد مکرم سید حسنات احمد صاحب کا فون آگیا کہ ملاقات کا وقت مل گیا ہے اور پھر ہم دونوں ان کی رہائش گاہ چلے گئے۔ حکیم صاحب اپنے جاننے والے ایک خاندان مسز ڈیسوزا (Mrs. De Soza) کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو حکیم صاحب اپنے روایتی لباس سفید اچکن، سفید چوڑی دار پاجامہ، ہاتھ میں تسبیح، سر پر کالی جناح ٹوپی اور سفید جوتے پہنے ہوئے تھے۔ کوئی گھنٹہ ڈیڑھ ملاقات رہی اور پہلے کچھ سرسری تعارفی باتیں ہوئیں۔ پھر انہوں نے اپنے مختلف سفروں کی باتیں کیں اور کینیڈا آنے کی غرض و غایت بیان کی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ ایک بڑی یونیورسٹی ''مدینۃ الحکمت'' کے نام سے کراچی میں بنا رہے ہیں اور اس سلسلہ میں دوستوں سے چندہ وغیرہ بھی جمع کر رہے ہیں۔ پھر مجھ سے کچھ سوالات کئے کہ کہاں کا رہنے والا ہوں اور کب سے یہاں ہوں اور کیا تعلیم اور پیشہ ہے؟ میں نے پہلے اپنا مختصر تعارف کرایا پھر کہا کہ آجکل یہاں کینیڈا کی سب سے بڑی مسجد تعمیر ہو رہی ہے جو جماعت احمدیہ کی اس ملک میں پہلی مسجد ہوگی۔ اس کی تعمیر کی ذمہ داریاں میرے کندھوں پر ہیں۔ بڑی دلچسپی کے ساتھ ساری بات سنی اور کچھ سوالات بھی کیے۔ میں نے محسوس کیا کہ حکیم صاحب کو مساجد میں خصوصی دلچسپی ہے اور اس کو دیکھتے ہوئے میں نے ان کو دعوت دی کہ آپ ہماری زیر تعمیر مسجد کو آکر دیکھیں اور اگر وقت اجازت دے تو ہم بھی ''شام ہمدرد'' قسم کی ایک محفل کا انتظام کر سکتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ اس دورہ میں وقت بہت کم رہ گیا ہے لیکن اگلی دفعہ جب آؤں گا تو مسجد بھی دیکھوں گا۔ میں اس بات کو تقریباً ایک خالی خولی وعدہ ہی سمجھا کہ کیا معلوم کب دوسرا دورہ ہو اور اسوقت کیا حالات ہوں۔ ملاقات ختم ہوگئی۔ کچھ دنوں بعد حکیم صاحب واپس چلے گئے اور میں دوبارہ مسجد کی تعمیر میں مصروف ہوگیا۔ اس سے پہلے کہ میں دوسرے حصہ کو بیان کروں مناسب ہوگا کہ قارئین کی دلچسپی کیلئے محترم حکیم محمد سعید صاحب کا کچھ مناسب تعارف بھی کروا دوں کہ وہ کیا شخصیت تھے جن کی ملاقات کی خواہش مجھے پیدا ہوئی۔

مکرم حکیم محمد سعید صاحب کو ملنے اور دیکھنے سے ان کے چہرہ سے نہ معلوم قسم کی ہلکی سی جھلک کچھ چینی خدوخال کی سی ملتی تھی۔ ان کے خاندانی تعارف کا کچھ خاکہ جو میں نے مختلف ذرائع سے حاصل کیا ہے وہ یہ ہے کہ حکیم صاحب کے آباؤاجداد کوئی چار صدیاں پہلے، غالباً سترھویں صدی کے شروع میں، چین کے شہر سنکیانگ سے ہجرت کر کے پہلے پشاور آباد ہوئے۔ پھر اسّی یا سو سال بعد پنجاب میں ملتان کے علاقہ میں ایک صدی سے زیادہ عرصہ، (کئی جگہ لکھا ہے 135 سال) وہاں رہنے کے بعد دہلی چلے گئے۔ والد مکرم حکیم عبدالمجید صاحب کی پیدائش 1883ء میں ہوئی۔ والدہ صاحبہ بھی نہایت وفا شعار، محنتی، صوم وصلاۃ کی پابند تھی۔ خواجہ حسن نظامی نے ان کو ''مادر ہمدرد'' کا خطاب عطا کیا۔ ہمدرد دواخانہ کی بنیاد ان کے والد ماجد مکرم حکیم عبدالمجید صاحب نے ہی 1906ء میں دہلی میں رکھی اور اسکا خوب نام چمکا۔ مکرم حکیم سعید صاحب کی پیدائش جنوری 1920ء میں دہلی میں ہوئی اور عمر بمشکل ڈھائی سال کی تھی کہ والد صاحب کا انتقال 39 سال کی عمر میں 1922ء میں ہوگیا۔ بڑے بھائی مکرم حکیم عبدالحمید صاحب کے زیر سایہ پرورش پائی اور دینی تعلیم حاصل کی۔ قرآن بھی حفظ کیا اسکے بعد بڑے بھائی صاحب نے طب کا پیشہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ اس طرح سولہ سال کی عمر میں مکرم حکیم محمد اجمل خاں صاحب کے آیورویدیک اور یونانی طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لے لیا۔ طبی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دہلی یونیورسٹی سے فارمیسی میں ڈگری لی اور پھر میڈیکل کیمسٹری میں بھی ایک ڈگری حاصل کی، پھر اسی یونیورسٹی سے فارمیسی کے مضمون میں ایم اے بھی کیا۔ 1952ء میں انہوں نے انقرہ (ترکی) سے پی ایچ ڈی (PhD) کی بھی ڈگری فارمیسی میں حاصل کی اور کچھ عرصہ سندھ یونیورسٹی میں کیمسٹری بھی پڑھاتے رہے۔ عام لوگوں کو معلوم نہیں لیکن وہ دینی اور دنیاوی دونوں لحاظ سے ایک بہت پڑھے لکھے اور عالم باعمل انسان تھے۔ چونکہ اپنے بڑے بھائی مکرم حکیم عبدالحمید صاحب کی ترغیب سے طب کا پیشہ اختیار کیا اسلئے پہلے انکے ساتھ ہی بطور طبیب کام شروع کر دیا۔ جب ہندوستان کی تقسیم ہوئی تو بڑے بھائی نے تو دہلی میں ہی قیام کرنے کا فیصلہ کیا لیکن حکیم محمد سعید صاحب نے پاکستان آکر ہمدرد دواخانہ قائم کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اسطرح نہایت بے سروسامانی کے عالم میں 9 جنوری 1948ء کو ہندوستان کو ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ کر کراچی میں سکونت اختیار کر لی۔ جون 1948ء میں اپنے دواخانہ کا افتتاح کر دیا۔ اسوقت حکیم صاحب کی عمر صرف 28 برس تھی۔ ہجرت کی مشکلات کے باعث کچھ ملازمت وغیرہ کی بھی کوشش کی۔ ایک پرائمری سکول بھی گئے اور کہا کہ میں حافظ قرآن بھی ہوں اور استاد کی حیثیت میں ملازمت چاہتا ہوں مگر کامیابی نہ ہوسکی۔ اسطرح کی مزید کوششوں سے ایک سکول میں چھ ماہ کی ملازمت بھی کی لیکن اس عرصہ میں یہ ارادہ بھی کرلیا کہ میں مستقبل میں ایک مدرسہ بھی قائم کروں گا۔ دواخانہ میں دواسازی کے ساتھ طب کا کام بھی جاری رکھا اور اللہ نے بہت برکت دی اور وقت گزرنے کے ساتھ ہر شہر میں ہمدرد دواخانہ کی شاخیں کھل گئیں۔ چونکہ اپنے پیشہ سے منافع پیدا کرنا غرض نہیں تھی اس لئے 1953ء میں ہمدرد دواخانہ کو ایک وقف میں تبدیل کر دیا اور پھر 1956ء میں ہمدرد فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی۔ 1985ء میں انہوں نے ہمدرد یونیورسٹی کی بنیاد رکھی جس کو بعد میں ''مدینۃ الحکمت'' کے بڑے پراجیکٹ میں شامل کر دیا۔ آجکل پاکستان میں یہ ایک بہت بڑا ادارہ بن گیا ہے جس میں سائنس، میڈیکل، قانون، اسلامی علوم، انتظامیات، دیسی ادویات اور طریقۂ علاج، انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی وغیرہ سب علوم میں ڈگریاں ملتیں ہیں۔ ان کی لائبریری پاکستان کی بہترین لائبریری تصور ہوتی ہے۔ کوئی دو سو کے قریب کتب خود لکھیں یا ان کو ترتیب دیا۔ بے شمار اعلیٰ درجہ کے رسائل جاری کئے جن میں بعض عالمی شہرت رکھتے ہیں۔ دیسی طریقۂ علاج کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کروایا اور اسکو یونائیٹڈ نیشن (UNO) کی صحت کی عالمی تنظیم WHO سے بھی منوایا۔ جتنی بھی دولت کمائی وہ سب قوم کی خدمت میں وقف کر دیا۔ ان کے بارہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس دن مریضوں کو دیکھتے تھے اس دن روزہ رکھتے تھے تا کہ مریض دیکھنے میں بیجا خلل نہ ہو۔ اسی طرح جب خود مریض دیکھتے خواہ امیر ہو یا غریب بطور طبیب اپنی فیس نہ لیتے۔ جڑی بوٹیوں سے دیسی دواسازی کا کارخانہ قائم کیا تھا اور ہمدرد کی آمدنی انہی کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ ہمدرد کا بنا ہوا نونہال گرائپ واٹر پاکستان میں کس بچے ny

نہیں پیا؟ پھر کتابوں کے پبلیشر بھی بن گئے تھے اور خاص کر ہمدرد کی بچوں کی کہانیوں کی کتابیں تو بہت مشہور تھیں۔ تعلیم حاصل کرنے اور تعلیم کو عام کرنے کا شوق جنون کی حد تک تھا۔

اس مختصر تعارف کے بعد اب دوبارہ پہلی کہانی کی طرف آتا ہوں۔ مسجد بیت الاسلام کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد اکتوبر 1992ء میں اس کا افتتاح بھی ہوگیا۔ چند ماہ مجھے حساب کتاب مکمل کرنے میں لگ گئے۔ اب جیسے مجھے یاد پڑتا ہے غالباً مارچ یا اپریل کا ماہ تھا اور ابھی برف پگلی نہ تھی کہ ایک دن مجھے حسنات صاحب کا فون آیا کہ حکیم صاحب دوبارہ کینیڈا تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے انہیں یاد دلایا کہ پچھلی دفعہ حکیم صاحب وعدہ کر گئے تھے کہ آپ کی مسجد بھی آؤں گا اور جب حکیم صاحب سے حسنات صاحب کی ملاقات ہو تو ان کو یہ وعدہ یاد دلا دیں۔ اب دیکھیے اصل بڑے لوگ کیسے ہوتے ہیں۔ ایئرپورٹ پر بہت سے لوگ حکیم صاحب کا استقبال کرنے کیلئے موجود تھے اور ان میں حسنات صاحب بھی تھے۔ یہ روایت مجھے ان کی ہی زبانی معلوم ہوئی کہ جوں ہی حکیم صاحب حسنات صاحب کو ملے تو خود ہی فرمایا کہ پچھلی دفعہ میں نے وعدہ کیا تھا کہ آپ کی مسجد بھی دیکھوں گا۔ اب تو مکمل ہوگئی ہو گی۔ دو دن کے بعد آپ پروگرام رکھ لیں۔ یعنی ایک دن وارد ہوتے ہیں، دوسرا دن سفر کی تھکن کی وجہ سے آرام کرتے ہیں (ان کی عمر اسوقت 73 سال تھی) اور پہلی ہی فرصت میں اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے واسطے کہہ دیتے ہیں۔ کچھ گھنٹوں بعد مجھے حسنات صاحب کا فون آیا کہ میرے یاد دلانے سے پہلے ہی مکرم حکیم صاحب نے مسجد آنے کا دن اور وقت کا تعین کر دیا ہے۔ اب تم یہ سب انتظام کرو۔ میں خوش بھی ہوا، متاثر اور حیران بھی کہ اتنی بڑی شخصیت ہیں اور وعدہ بھی یاد ہے۔ میں نے فوراً امیر جماعت کینیڈا مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب کو فون پر اطلاع دی کہ استقبال کا کچھ انتظام کریں۔ انہوں نے جلدی جلدی مکرم نصیر خاں صاحب جو جماعت کے مستقل سیکرٹری ضیافت ہیں، کو فون کر کے کچھ ضیافت کا انتظام کرنے کا کہا اور ساتھ یہ بھی طے پایا کہ حکیم صاحب کی عزت افزائی کی خاطر کچھ اور احباب بھی بلوا لئے جائیں۔ اس استقبالیہ گروپ میں جو احباب شریک ہوئے ان میں امیر جماعت مکرم نسیم مہدی صاحب، مکرم حسنات احمد صاحب، مکرم کرنل انور احمد صاحب، مکرم ملک حمید صاحب، مکرم ممتاز احمد مرحوم (لنگر خانہ) صاحب، مکرم کرنل دلدار احمد صاحب، مکرم چوہدری خلیل احمد مرحوم صاحب، مکرم یعقوب خاں صاحب اور راقم الحروف بھی شامل تھا۔ ہمارے ایک اور مستقل رضا کار فوٹو گرافر مکرم بشیر احمد ناصر صاحب نے حسب معمول فوٹو گرافی کے فرائض ادا کئے اور ان لمحات کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کرلیا۔ وقت مقررہ پر ایک سرخ رنگ کی وین میں حکیم صاحب کا قافلہ مسجد کے قریب آ کر رکا۔ حسنات صاحب، امیر صاحب اور راقم الحروف نے حکیم صاحب کے قافلہ کا استقبال کیا اور پھر باقی احباب نے بھی ان کے ساتھ مصافحہ کیا۔ حکیم صاحب کے قافلہ میں مسز ڈی سوزا اور ان کا بیٹا شامل تھا۔ حکیم صاحب حسب معمول اپنا دہلی والا لباس یعنی سفید اچکن، چوڑی دار پاجامہ، سفید جرابیں، ہاتھ میں سفید تسبیح اور سر پر کالی جناح ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔

حکیم صاحب نے ساری مسجد کو نہایت دلچسپی کے ساتھ دیکھا اور ہر چیز کا بغور معائنہ کیا۔ مسجد نئی نئی بنی تھی۔ ہر چیز چمکدار اور صاف ستھری تھی۔ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ میں نے تعمیر اور ڈیزائن کی تفصیلات بتائیں۔ ہال وے، جوتے رکھنے کا نظام، مسجد کا مین ہال، بالکونی، عورتوں کا ہال، بچوں کا سپیشل کمرہ اور پھر غسل خانے اور وضو کا انتظام وغیرہ سب چیزیں دیکھیں۔ آجکل تو مساجد کیلئے قطاروں والے کارپٹ مل جاتے ہیں لیکن جس زمانہ میں یہ مسجد بن رہی تھی اسوقت یہ نہیں بنتے تھے۔ میں نے صفیں سیدھی رکھنے کی خاطر دو مختلف رنگوں کے کارپٹ صفوں کی صورت میں لمبی قطاروں کی شکل میں ہال میں بچھوائے تھے۔ اسے دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے کہ اب صفیں ہمیشہ سیدھی رہیں گی۔ انہوں نے غالباً یہ طریق پہلی دفعہ دیکھا تھا کیونکہ اکثر بڑی اور مشہور مساجد میں عموماً مہنگے ایرانی ساخت کے کارپٹ ہوتے ہیں، جن میں ڈیزائین تو بہت خوبصورت ہوتے ہیں لیکن سیدھی قطار بنانا مشکل ہوتا ہے۔ ان دنوں بہت سے گروپس مسجد کو دیکھنے آتے تھے اور تعمیری تفصیلات جاننا چاہتے تھے اور مجھے بار بار ایک ہی سٹوری بیان کرنا پڑتی تھی۔ اسلئے میں نے ایک سلائڈز پروجیکٹر (Slides Projector) خرید کر اس میں چنیدہ فوٹوز ترتیب وار ڈال کر ایک تصویری سٹوری بنالی تھی جس کو دیکھنے سے ہماری تین سال کی محنت کی کہانی اور ساری تعمیر کی تفصیل تقریباً دس پندرہ منٹ میں مکمل ہو جاتی تھی۔ اور اس کو اس طرح ترتیب دیا تھا کہ مختلف حصے اپنی کہانی خود بتا دیتے تھے۔ مثلاً گنبد کی تعمیر کے مراحل کیا تھے، مینارہ کن ادوار سے گزرا، مسجد کی دیواریں کن مراحل سے گزریں وغیرہ وغیرہ۔ وہ سلائڈز شو میں نے حکیم صاحب کو بھی دکھایا اور اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے بلکہ اس پروجیکٹر کے بارہ میں تفصیلات پوچھنا شروع کر دیں۔ پروجیکٹر چونکہ چھوٹا تھا اور بآسانی اسے ہر جگہ لے جایا جاسکتا تھا اس وجہ سے بھی یہ پروجیکٹر حکیم صاحب کو بہت پسند آیا۔ پھر کہنے لگے کہ میری عادت ہے کہ جب بھی کسی مسجد میں جاتا ہوں دو رکعت نماز ادا کرتا ہوں۔ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں یہاں بھی دو رکعت نماز ادا کرلوں۔ اس پر امیر صاحب نے کہا کہ یہ اللہ کا گھر ہے۔ ہم سے اجازت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ بخوشی نفل ادا کریں۔ میں نے مکرم بشیر ناصر صاحب کو کہا کہ نماز پڑھتے فوٹو نہ لیں یہ حکیم صاحب کا اپنے خدا کے ساتھ ذاتی معاملہ ہے۔ معلوم نہیں ان کو پسند بھی ہو کہ نہ ہو۔ مگر جب تین کیمرے گردن میں لٹک رہے ہوں تو ایک تو ہاتھ میں خود ہی آ جاتا ہے۔ انہوں نے حکیم صاحب کی نماز پڑھتے بھی فوٹو اتار لی جو ہم نے کسی کو نہ دی مگر میرے پاس محفوظ ہیں۔

جب ہم مسجد سے جانے لگے تو حکیم صاحب نے غسل خانے اور وضو کے کمرے دوبارہ دیکھنے کی خواہش کی اور میری حیرانگی کی انتہا یہ ہوئی کہ فوٹو گرافر کو کہا کہ میری اور نصیر کی فوٹو وضو کے کمرہ میں بناؤ۔ مکرم بشیر ناصر صاحب نے تعمیل حکم میں فوٹو تو بنا دی لیکن میرا سوال نہ گیا اور میں نے پوچھا کہ یہاں فوٹو کی حکمت کیا ہے؟ کہنے لگے کہ میں نے سینکڑوں مساجد دیکھیں ہیں مگر اسقدر صاف ستھرے واش رومز اور وضو کا نظام نہیں دیکھا۔ چونکہ یہاں عموماً موسم کی شدت کی وجہ سے سب جرابیں پہنتے ہیں اسلئے اکثر ہی مسح کرتے ہیں اس لئے صرف پاؤں دھونے کیلئے میں نے علیحدہ انتظام بنا دیا تھا اور باقی ہاتھ منہ دھونے کیلئے عام مروجہ طریق کی ایک بہت لمبی سی سنک بنوائی تھی کہ پانی زمین پر نہ پڑے۔ سب نمازی کھڑے کھڑے وضو کر سکتے ہیں۔ جن لوگوں نے پاؤں دھونے ہیں وہ دوسری طرف جاسکتے تھے۔ دوسری عام مساجد میں ابھی بھی سٹول پر بیٹھ کر وضو کیا جاتا ہے۔ اسی طرح میں نے بجلی سے چلنے والی آٹو میٹک ٹوٹیاں بھی لگوائیں تھیں۔ آجکل تو عام ہیں مگر ان دنوں آٹو میٹک ٹوٹیاں نئی نئی آئیں تھیں اور بہت کم لوگوں نے ان کو دیکھا تھا۔ ہاتھ آگے کرتے ہی پانی آنا شروع ہو جاتا تھا اور ہاتھ پیچھے کرتے ہی پانی بند ہو جاتا تھا۔ دراصل ان میں بجلی کا ایک سوئچ ہوتا ہے اور ایک لیزر ہاتھ کی حرکت کو محسوس کر کے پانی کو آن اور آف کر دیتا ہے۔ بہت عرصہ پہلے جب میں پاکستان میں تھا تو اسوقت میں نے کسی جگہ پڑھا تھا کہ یورپ اور امریکہ میں جادو نما ٹوٹیاں بھی ہیں جو ہاتھ آگے کرتے ہی پانی کھول دیتیں ہیں لیکن جب میں کینیڈا آیا اور یورپ اور امریکہ بھی گھوما تو کبھی کسی جگہ بھی ایسی ٹوٹیاں نظر نہ آئیں تھیں۔ جب تعمیر مسجد کے دوران مجھے یہ معلوم ہوا کہ ایسی ٹوٹیاں اب مارکیٹ میں آگئیں ہیں تو مجھے مسجد کو ماڈرن بنانے کی خواہش میں ان کو لگوانے کا خیال آیا۔ ایک اور وجہ یہ بھی بن گئی تھی کہ اس زمانہ میں ہمیں چونکہ پانی کی سپلائی کا بہت مسئلہ تھا کیونکہ سٹی کا پانی ان دنوں میں میسر نہ تھا اس لئے پانی کی بچت کرنے کیلئے بھی یہ علاج بھلا لگا۔ تقریباً دس سال تک یہ ٹوٹیاں چلتی رہیں اور پھر بعد میں جب ان میں کچھ خرابیاں پیدا ہوئیں تو انتظامیہ نے ان کو تبدیل کر کے عام ٹوٹیاں لگوا دیں۔ یہ ٹوٹیاں حکیم صاحب کی خاص توجہ کا مرکز بھی بن گئیں۔ کہنے لگے کہ جو یونیورسٹی ''مدینۃ الحکمت'' کے نام سے بنا رہا ہوں اس میں ایک مسجد بھی بنا رہا ہوں اور وہاں اسی قسم کے غسل خانے اور وضو کا نظام بنواؤں گا۔ اور یہ تصویر اس لئے بنوائی ہے کہ پاکستان جا کر دکھا سکوں۔ مشرقی عبادت گاہوں سے متعلق عموماً تاثر یہی ہوتا ہے کہ صفائی کا خیال نہیں رکھا جاتا اسلئے ان دنوں تقریباً ہر وزیٹر یہ سوال عموماً کرتا تھا کہ مسجد کو اس قدر صاف کیسے رکھتے ہیں۔

مسجد کو دیکھنے کے بعد ہم مکرم امیر صاحب کی رہائش گاہ پر ان کی بیٹھک میں چلے گئے جہاں کچھ تواضع کا انتظام تھا۔ وہاں اور باتیں شروع ہوگئیں۔ باتوں باتوں میں کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی کتب کا نیا سیٹ دوبارہ چھپا ہے۔ جب انہیں کہا گیا کہ یہ درست ہے تو کہنے لگے کہ کچھ پرانی کتب تو میرے پاس ہیں لیکن میری ذاتی لائبریری میں پورا سیٹ نہیں اور اگر ممکن ہے تو ایک پورا سیٹ مجھے دیں۔ پھر کہا کہ اپنے ساتھ لے کر نہیں جاسکتا کیونکہ سامان میں جگہ نہیں لیکن آپ لوگ مجھے پارسل کر دیں اور ڈاک خرچ میں

خود دوں گا۔ بلکہ آپ لوگ پی آئی اے (PIA) والوں کو دے دیں ان کے ساتھ میرا اکاؤنٹ ہے اور وہ ساری دنیا سے میری کتب اور دیگر اشیاء لے کر جاتے ہیں اور ہم بل آنے پر ان کو رقم ادا کر دیتے ہیں۔ جب ہم نے کہا کہ ایسا کر دیں گے تو پھر فرمایا۔ ایک شرط ہے۔ کتب کی قیمت ادا کروں گا ورنہ نہیں لوں گا۔ اور باتوں کے علاوہ اپنے خاص تعلقات حضرت سر چوہدری ظفراللہ خانؓ مرحوم کے ساتھ کا بھی ذکر کیا۔ کہنے لگے میں ان کی اور وہ میری بہت عزت کرتے تھے۔ بلکہ ان کی مرض الموت میں آخری معالج بھی میں ہی تھا۔ اور پھر یہ دلچسپ واقعہ بھی سنایا کہ ایک دن مجھے پیغام ملا کہ سر ظفراللہ خان صاحب نے مجھے یاد فرمایا ہے۔ میں جہاز میں کراچی سے لاہور گیا تو ان کی خدمت میں ان کے گھر حاضر ہوا۔ پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے، دیکھتے ہی فرمایا حکیم صاحب! میرے پاس بیٹھ جائیں اور باتیں کریں۔ میں نے کہا آپ نے یاد فرمایا ہے حاضر ہوں تو سر ظفراللہ صاحب نے فرمایا میرے عزیز اور اقرباء یہ سمجھتے ہیں کہ میں بیمار ہوں اور ڈاکٹروں کو بلاتے رہتے ہیں۔ لیکن حکیم صاحب میں بیمار نہیں ہوں بلکہ اپنی طبعی عمر کو اب پہنچ چکا ہوں۔ اب میں نے ان کی تسلی کی خاطر یہ کہا ہے کہ اگر میں نے علاج کروانا ہے تو حکیم سعید صاحب کو بلائیں۔ آپ میرے پاس بیٹھ کر باتیں کریں تا کہ میرے رشتہ داروں اور عزیزوں کو تسلی ہو۔ حکیم صاحب کہنے لگے میں بات کو سمجھ گیا اور کچھ دیر ان کے پاس رہا۔ اسی طرح ایک اور واقعہ بھی سنایا کہ ایک دفعہ ''شام ہمدرد'' کے تحت کراچی میں ایک بین الاقوامی موضوع پر ایک سیمینار کا انعقاد کیا جس میں سر ظفراللہ صاحب مرحوم کو تقریر کرنے کیلئے دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی۔ جب سیمینار کا دن آیا تو ہال کے باہر مولویوں نے شور مچا کر لوگ اکٹھے کر لئے۔ مجھے بتایا گیا کہ باہر شور شرابہ ہو رہا ہے۔ میں خود باہر گیا تو مولوی کہنے لگے کہ سر ظفراللہ تو قادیانی ہے تو میں نے کہا تو تب کیا ہوا۔ کون سا انہوں نے کسی مذہب کی بات کرنی ہے۔ مولوی نہ مانے۔ میں نے ان کو یہ تجویز دی کہ اس موضوع پر سر ظفراللہ خان صاحب سے بہتر آدمی مہیا کر دیں تو ہم ان سے تقریر نہیں کروائیں گے۔ جب پاکستان میں فی الوقت اس موضوع پر ان سے بہتر آدمی موجود نہیں تو واویلا کرنے کا کیا فائدہ۔ اب مولویوں کے پاس اس کا جواب نہ تھا اس طرح ان سب کو وہاں سے رخصت کیا۔ اور سر ظفراللہ خان صاحب نے بہت عمدہ تقریر کی۔ کہنے لگے میں سب کو کہتا ہوں کہ تم لوگ احمدیوں کو کافر کافر کہتے رہو اور وہ چپ چاپ اپنا کام کرتے رہیں گے۔ اور بہت سی باتیں بھی ہوئیں لیکن اتنے عرصہ بعد یہی یاد رہ گیا ہے۔ ہم نے حکیم صاحب کو کچھ اور کتب اور بیت الاسلام مسجد کی ایک تصویر اور اس کا ایک خوبصورت ماڈل بھی تحفہ میں دیا۔ کرنل انور احمد صاحب نے حکیم صاحب سے ایک وزیٹر کتاب میں دستخط بھی کروائے۔

حکیم سعید صاحب کے پاکستان واپس جانے کے بعد بھی میرا ان کے ساتھ خط وکتابت کے ذریعہ رابطہ رہا۔ ایک دفعہ ان کا پیغام بھی آیا کہ جو پروجیکٹر میں نے آپ کی مسجد میں دیکھا تھا اس قسم کا مجھے مل نہیں رہا اس لئے اسکی تفصیل روانہ کروں کہ کس کمپنی کا بنا ہے اور کیا ماڈل ہے۔ میں نے وہ تفصیلات روانہ کر دیں۔ میرے بچے چھوٹے تھے اور مجھے ان کو اردو سکھانے کا شوق پیدا ہوا۔ اس سلسلہ میں مجھے بچوں کی کہانیوں کی کتب کی تلاش ہوئی۔ میں نے ہمدرد کی شائع کردہ بچوں کی کتب کی ایک فہرست بنا کر اور ساتھ پاکستانی رقم میں ان کی قیمت کے برابر ایک چیک (جو میں نے کرنل محمد سعید صاحب مرحوم سے ادھار لیا تھا) بھی حکیم صاحب کو روانہ کر دیا۔ دو ماہ بعد ایک پارسل بذریعہ بحری جہاز موصول ہوا جس میں سب کتب بھی تھیں اور ساتھ مکرم حکیم صاحب کا خط بھی تھا۔ اور لفافہ میں چیک واپس کر دیا کہ کتب میری طرف سے بچوں کیلئے تحفہ میں وصول کریں۔ جب میرے بچے چھوٹے تھے اس وقت ہم ان کو رات سونے سے پہلے ان کتب سے کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ جب بڑے ہو گئے تو ان کا استعمال ختم ہو گیا۔ بہت عرصہ بعد جب جامعہ احمدیہ کینیڈا کا ادارہ قائم ہوا اور اس سلسلہ میں اسکی لائبریری کے لئے کتب کی تحریک ہوئی تو میں نے وہ سب کتب اردو سیکھنے کی غرض سے ان کو دے دیں۔

حکیم صاحب نے اسی ملاقات میں یہ بھی بتایا کہ ایک دفعہ جنرل ضیاء الحق جو اس وقت پاکستان کے صدر تھے انہوں نے حکیم صاحب کو گورنر سندھ بنانے کی پیشکش کی تھی مگر حکیم صاحب نے قبول نہ کیا۔ لیکن جب حکیم صاحب کینیڈا کے دوسرے دورہ سے واپس پاکستان گئے تو چند ماہ بعد ان کو گورنر سندھ بنا دیا گیا۔ غالباً اسوقت پاکستان میں بینظیر بھٹو کی دوسری حکومت تھی۔ حکیم صاحب جولائی 1993ء سے لے کر مئی 1994ء تک سندھ صوبہ کے گورنر کے عہدہ پر فائز رہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس عہدہ سے استعفیٰ دے دیا اور دوبارہ اپنے ہمدرد دواخانہ کے کاموں میں اور مدینۃ الحکمت کی تعمیر میں مشغول ہو گئے۔ اکتوبر 1998ء میں یہ جانکاہ خبر آئی اس نایاب اور ہمدرد انسان کو کسی نے اسوقت گولیاں مار کر شہید کر دیا ہے جب وہ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے مطب میں جا رہے تھے۔ آج تک حکیم صاحب کے قاتلوں کا سراغ نہیں لگایا جا سکا۔ شہادت کے دن بھی وہ روزہ سے تھے اور اس وقت ان کی عمر 78 سال تھی۔ حکومت پاکستان نے ان کی خدمات کی وجہ سے شہادت کے چار سال بعد 2002ء میں نشان امتیاز کا تمغہ بھی عطا کیا۔ ایسے لوگ تو صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ ہمارے ساتھ ان کا تھوڑا سا گزرا ہوا وقت ایک نادر یادگار ہے۔ پچھلے پچیس برس سے تاریخ کا یہ قرض اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتا تھا کہ کسی وقت اس واقعہ کو تحریر میں لا کر مسجد بیت الاسلام کینیڈا کی تاریخ کا حصہ بنا دوں۔ ایک ربع صدی کے بعد اس فرض سے اب سبکدوش ہوتا ہوں۔

بقیہ: دربار خلافت...... از صفحہ 2

کے بعد پھر ہمیں خیال آیا کہ بٹالے جانا ہے اور ٹکٹ بھی اتنا نہیں ہے۔ خیر ہم بیٹھے رہے۔ اس دوران میں ٹکٹ چیکر آ گیا۔ اس نے ٹکٹ ہمارا چیک کیا۔ لیکن ٹکٹ اچھی طرح چیک کرنے کے باوجود ہمیں ٹکٹ چیک کر کے واپس کر دیا کہ ٹھیک ہے۔ اور اسی طرح سٹیشن سے باہر نکلتے ہوئے ٹکٹ چیک کرنے والے نے ٹکٹ چیک کیا اور ہمیں کچھ نہیں کہا۔ ہم یہی دعا کرتے رہے کہ ایک نیک مقصد کے لئے ہم جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی بے عزتی سے بچا لے۔ تو کہتے ہیں کہ اس ٹکٹ نے ہمیں آخر تک پہنچا دیا۔ ہم سمجھتے تھے کہ ہمارے لئے ایک پہلا معجزہ جو ہم نے دیکھا وہ یہی تھا۔ لیکن بہرحال نیت نیک تھی۔ مجبوری تھی اس کی وجہ سے انہوں نے ٹکٹ لیا نہ کہ ارادۃً دھوکہ دینے کے لئے۔ تو بہر حال لکھتے ہیں کہ بٹالے سے پھر پیدل قادیان چلے گئے۔ قادیان جب ہم مسجد مبارک میں داخل ہوئے اُسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے۔ میرے ساتھ جو دوست تھا وہ ایک اہلحدیث عالم تھا۔ اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے ملتے ہی ایک سوال کیا کہ جب قرآن اور حدیث ہماری رہنمائی کے لئے موجود ہے تو آپ کی بیعت کی کیا ضرورت ہے؟ حضور اُسی وقت وہیں کھڑے ہو گئے اور تقریر شروع فرمائی۔ ابھی حضور کی تقریر ختم نہ ہوئی تھی کہ معترض ساتھی نے عرض کیا کہ حضور میری تسلی ہو گئی ہے۔ میں بیعت کرتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ ابھی ٹھہرو اور پوری تسلی کر لو۔ شاید آپ کو دھوکہ نہ لگ جائے۔ پھر نماز ظہر پڑھا کر گھر تشریف لے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تقریر کے خاتمے پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے فرمایا کہ اخباروں میں سب کچھ لکھا جا چکا ہے۔ (یعنی یہ سوال جواب پہلے ہو چکے ہوئے ہیں جو اس نے کیا تھا کہ کیا ضرورت ہے قرآن اور حدیث کی موجودگی میں کسی اور کی بیعت کرنے کی؟)۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ پھر باہر سے آنے والے لوگ حضور کی خدمت میں سوال کر کے تکلیف دیتے ہیں اور اخبار کو نہیں پڑھتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مولوی صاحب! تقریر تو میں کرتا ہوں اور تکلیف آپ کو ہوتی ہے۔ حضور ہر سوال کرنے والے کا بڑی خندہ پیشانی سے جواب فرمایا کرتے تھے۔ (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 121 تا 124 روایت حضرت چوہدری عبدالحکیم صاحبؓ۔ غیر مطبوعہ)

(خطبہ جمعہ 17 دسمبر 2010ء)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: عبدالہادی قریشی، نمائندہ روزنامہ الفضل لندن آن لائن (سیرالیون)

سیرالیون کے داروریجن میں مسجد کا بابرکت افتتاح اور تبلیغی نشست

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ سیرالیون کو مؤرخہ 2/جنوری2021ءکو داروریجن کی ایک جماعت Mombama, Pejeh Bongre میں ایک نئی تعمیر کردہ مسجد کے افتتاح کی توفیق ملی۔ افتتاح کی تقریب سے قبل ایک تبلیغی نشست بھی ہوئی۔ اس تبلیغی نشست، پروگرام اور مسجد کا تعارف پیش خدمت ہے۔

یہ ایک پرانی جماعت ہے اور اس علاقہ میں جماعت کا نفوذ 1945 میں ہوا تھا۔ اس علاقہ میں جماعت کی مسجد موجود تھی لیکن خانہ جنگی کے دوران اس مسجد کو کافی نقصان پہنچا تھا اور عمارت کی حالت کافی خستہ تھی۔ مکرم حافظ صلاح الدین صاحب کا جب یہاں تقرر ہوا تو انہوں نے مکرم امیر صاحب کی اجازت سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں مسجد کی از سر نو تعمیر کی درخواست کی جسے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت قبول فرمالیا۔ مسجد کی تعمیر کے 30 فیصد اخراجات لوکل جماعت نے برداشت کئے اور باقی خرچ مرکز کی طرف سے مہیا کیا گیا۔ علاقہ کے لوگوں نے مسجد کی تعمیر میں وقارِ عمل کر کے بہت سے اخراجات بچانے میں مدد کی۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

اس مسجد کا کل مسقّف احاطہ 40*60 فٹ ہے اور اس میں قریبا 400 افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔

مختلف تنظیموں اور فرقوں کی طرف سے علاقہ کے لوگوں کو مسجد تعمیر کرنے کی پیش کش کی گئی تھی لیکن مقامی جماعت نے ہر حال میں جماعت کو فوقیت دی اور ثابت قدم رہے۔

مسجد کا سنگِ بنیاد مورخہ 7 / دسمبر 2017 کو مکرم منیر حسین صاحب ریجنل مبلغ کینیما نے ایک سادہ تقریب میں رکھا اور آپ کو اور حافظ صلاح الدین صاحب کو اس مسجد کی تعمیر کی نگرانی کی سعادت حاصل ہوئی۔

افتتاح کی تقریب کا باقاعدہ آغاز مؤرخہ 2 / جنوری کو دن گیارہ بجے مکرم سعید الرحمٰن صاحب امیر و مشنری انچارج صاحب کی صدارت میں تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ تقریب کا پہلا حصہ تبلیغی تھا جس میں مکرم امیر صاحب نے جماعت کا تعارف کروایا اور مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام کی آمد کا مقصد بیان فرمایا اور آپ کے حقیقی مقام و مرتبہ سے لوگوں کو آگاہ کیا۔

اس کے بعد آپ نے باقاعدہ فیتہ کاٹ کر مسجد کا افتتاح فرمایا اور دعا کروائی جس کے بعد مسجد میں نمازِ ظہر و عصر باجماعت ادا کی گئیں۔ نمازوں کے بعد حاضرین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

اس بابرکت تقریب میں چار پیراماؤنٹ چیف، دو چیف امام، پرماننٹ سیکرٹری آف ایجوکیشن Mr. David W S Banya، ریجنل چیف امام ، چیئرمین یونائیٹڈ کونسل آف امام، لوکل آئمہ، سکولوں کے پرنسپل و ٹیچرز، کثیر تعداد میں غیر از جماعت مرد و خواتین و احباب جماعت سمیت کل 846 افراد نے شرکت کی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد کو حقیقی نمازیوں سے آباد رکھے۔

آمین

طلوع و غروب آفتاب

02فروری2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:39	18:11
مدینہ منورہ	05:43	18:08
قادیان	05:58	18:04
ربوہ	05:38	17:44
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:09	16:56